ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

عہد تغلق کے کتب فتاوی کا تجزیاتی مطالعہ

THE BOOKS OF FATAWA OF THE TUGHLAQ,S REIGN:AN ANALYTICAL STUDY

Muhammad Umar Zaman[1]
Dr. Muhammad Sarfraz Khalid[2]

[1]Ph,D scholar, department of Islamic studies, Lahore Garrison University ,Lahore, Pakistan
[2]Associate professor Department of Islamic studies, Lahore Garrison University, Lahore, Pakistan

ABSTRACT
The Tughlaq era is considered a golden age in the subcontinent for the promotion and dissemination of religious knowledge. During this period, the science of jurisprudence was widely accepted in theology. Apart from scholars and Sufis, Sultans and emperors also had a special fondness for jurisprudence during this period. The development of the science of jurisprudence involved the special interest and efforts of the Sultans of Tughlaq. Books of fatwas are of great importance in the jurisprudential literature of the Tughlaq era. It is very important to highlight this work for two reasons. On the one hand, a lot of work has been done on it and it can help in solving modern problems even in the present day. This article will show the evolution of jurisprudence in the subcontinent, especially the books of fatwas compiled in the Tughlaq era and the authenticity of Sufism in jurisprudence. From the study of the jurisprudential literature of this period, it can be clearly inferred that the scholars and shaykhs of that time played a very important role in writing books and fatwas in the light of Shariah for the solution of modern problems.

Key Words: Jurisprudence – Sufism,Fatawa,Tughlaq

تمہید:

انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی قدرت نے اس کی ہدایت وراہنمائی کے لیے اپنے ابنیاء کرام اور رسل عظام کی بعثت کا آغاز کر دیا۔ آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ نبیوں اور رسولوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ہر خطہ اور ہر زمانہ کے لیے ان ہستیوں نے بنی نوع انسانیت کو پیغام الٰہی کے ذریعے راہ ہدایت پر چلانے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ سلسلہ نبوت ورسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری پر اختتام پذیر ہوا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ "[1]

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی ورسول نہیں آئے گا۔ اسی طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

" اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِی " [2]

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے بعد یہ ذمہ داری آپ کی امت کے علماء وصوفیہ کرام پر آگئی۔ پاک وہند میں بالخصوص اسلام کی ترویج واشاعت میں صوفیہ کرام کا بہت زیادہ کردار ہے۔ عوام کے خیال میں صوفیہ کا علم شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس بنا پر بہت زیادہ جاہلوں نے صوفیہ کا بھیس بنا کر جہاں لوگوں کی عزت اور مال لوٹنا شروع کر دیا وہاں دین کا اصل چہرہ بگاڑ دیا۔ اس وجہ سے دین کا بہت زیادہ نقصان ہو رہا ہے۔ بڑی شدت سے اس امر کی ضرورت ہے کہ اسلاف صوفیہ کے علمی کام کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ صوفی علم دین کے بغیر بنتا ہی نہیں۔ برصغیر کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو بہت ساری ایسی شخصیات جنھوں نے شہرت تو صوفیہ کے طبقہ میں پائی لیکن علمی خدمات میں بھی وہ کچھ کم نہ تھے۔ سلاطین تغلق کا دور اس حوالہ سے

بڑا اہم ہے۔ عہد تغلق میں جو علمی کام ہوا ہے اس میں صوفیہ کرام کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس مضمون میں صرف عہد تغلق میں مدون ہونے والی کتب فتاویٰ تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

سلاطین تغلق اور ان کے دور سلطنت کی مدت:

سلاطین تغلق کا دور سلطنت 1320ء سے 1414ء تک تقریباً چورانوے سال تک رہا۔ اس عہد کا دارالحکومت دہلی تھا۔ جغرافیہ کے لحاظ سے موجودہ ممالک میں پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش اور نیپال آتے ہیں۔ اس عہد کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ سلاطین تغلق میں 9 سلطانوں کے نام آتے ہیں۔ زیادہ عرصہ پہلے تین سلاطین نے حکومت کی تھی۔ ان میں سلطان غیاث الدین تغلق، سلطان محمد بن تغلق اور سلطان فیروز شاہ تغلق تھے۔ اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے پہلے اور تیسرے سلطان کا دور قابلِ ذکر ہے۔ فیروز شاہ تغلق علماء، فقہاء اور صوفیہ سے عقیدت رکھتا تھا۔ یہ خود بھی عالم تھا۔ فقہ کی اہم ترین کتاب ہدایہ اسے زبانی یاد تھی۔ سو کے قریب علماء و مشائخ سفر و حضر میں اس کے ساتھ رہتے تھے۔ اس عہد کے معروف صوفیہ کرام میں خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم جہانیاں، حضرت امیر خسرو، شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی، شیخ احمد بن یحییٰ منیری، خواجہ گیسو دراز، امیر تاتارخان اعظم کے نام آتے ہیں۔ اس دور کے معروف فتاویٰ جن کو فقیہ علماء ہونے کے ساتھ اپنے دور کے صوفیہ کرام نے مرتب کیا۔ ان میں فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاوی ابراہیم شاہی، اور فتاویٰ فیروز شاہی کے تذکرے ملتے ہیں۔ اس طرح یہ دور صوفیہ کرام کی علمی خدمات کے حوالے سے اہم ترین دور سمجھا جاتا ہے۔ [3]

برصغیر میں علم فقہ کا ارتقاء: علم فقہ کو اسلامی علوم میں بہت ابتدا ہی سے ایک اہم مضمون کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کی نشوونما اور ارتقاء صرف اسلامی دنیا کے اہم مراکز میں نہیں ہوا بلکہ اس کی نشر و اشاعت اور فروغ و ترقی کے منابع و مصادر پوری مسلم دنیا کے معروف علاقے رہے ہیں۔ ہندوستان میں علم فقہ کا آغاز دراصل سندھ کے علاقے میں 712 عیسوی سے ہوتا ہے۔ جب اس علاقے کو مسلم حکمران محمد بن قاسم نے فتح کیا۔ عرب حکمرانی کے اس دور میں بہت سے عرب علماء آئے اور سندھ کے مختلف علاقوں میں آباد ہوگئے۔ ان علماء کرام کی اکثریت علم تفسیر اور حدیث کی واقف کار تھی لیکن جن علماء عظام نے فقہ و متعلقات فقہ میں شہرت حاصل کی ان میں نمایاں نام یہ ہیں۔

ابو معشر سندھی (م399ھ/1008ء)۔ احمد بن سعید المالکی الخمدانی الہندی الفقیہ (م399ھ/1008ء)

الحسن علی بن حسن الفقیہ الدارودی السندی (م 445ھ/1053ء)۔ محمد بن احمد بن محمد السندی (م 548ھ/1153ء) [4]

بنیادی طور سرزمین ہند میں علم فقہ کی ترقی و استحکام کا دور تاریخی طور پر 1206ء سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہیں سے عہد سلطنت کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اس زمانے میں وسطی ایشیاء سے فقہا و فضلا کی آمد شروع ہوئی۔ حکومتی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بھی ان کی ضرورت تھی۔ اس کے ساتھ سلاطین کی سرپرستی نے اس رجحان کو تقویت پہنچائی۔ فقہاء کی ذاتی محفلوں اور مدارس میں علم فقہ نصاب درس کا اہم جزو بن گیا اور رفتہ رفتہ یہ مضمون طلباء اور ماہرین علم و فضل کے بحث و مباحثہ کا خاص موضوع بنتا چلا گیا۔ نیز علماء کی مجلسوں، صوفیاء کی خانقاہوں اور سلاطین کی عدالتوں میں اس علم کی قدر و منزلت محسوس کی جانے لگی۔ معاصر "ہندوستانی و بیرونی" علماء نے مدرسین، مصنفین اور مؤلفین کی فقہی خدمات کو خصوصی اہمیت دی۔ بعض عرب مورخین کی شہادت ہے کہ تغلق سلاطین کے عہد حکومت میں صرف دہلی میں تقریباً ایک ہزار مدارس تھے اور ان تمام کے اندر فقہ و فتاویٰ کی تعلیم مسلک حنفی کے مطابق دی جاتی ہے۔ معاصر تاریخی دستاویزات میں مذہبی اداروں اور اساتذہ کا تذکرہ جہاں کہیں آتا ہے اس موضوع کا ذکر ضرور ملتا ہے۔ عہد سلطنت کے مدارس کے نصاب میں فقہ کی جو کتب شامل تھیں وہ درج ذیل ہیں: ابو الحسین البغدادی (م428ھ/1032ء) کی القدوری، برہان الدین علی ابو بکر المرغینانی (م 593ھ/1194ء) کی الہدایہ، حسام الدین محمد (م 644ھ/1246ء) کی مجمع البحرین اور ابو البرات کا النسفی (م 710ھ/1310ء) کی المنار۔ [5]

عہد سلطنت کے ہندوستان میں فقہ اور فقہی مباحث میں عام دلچسپی پائی جاتی تھی۔ علماء و فضلاء کے علاوہ سلاطین و امراء کو بھی فقہ سے خاص لگاؤ تھا۔ اور اس عہد میں فقہ اور فقہی علوم کو اس قدر رواج ملا کہ مدارس و علمی مجالس اور تالیفی و تصنیفی میدان ہر جگہ فقہ ایک پسندیدہ موضوع قرار پایا، فقہ اسلامی سے یہ دلچسپی اس وقت اور اہمیت و معنویت اختیار کرلیتی ہے جب ہمیں معاصر مآخذ سے اس کے واضح ثبوت فراہم ہوتے ہیں کہ عوام و خواص دونوں فقہ اسلامی کی

روشنی میں متعدد ایسے مسائل کے حل کے خواہاں تھے جو خالصتاً ہندوستانی ماحول یا نئے حالات میں ابھرے تھے ۔ اب ذیل میں موضوع کے مطابق عہد سلاطین تغلق میں لکھی جانے والی کتب فتاوی کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ان کتب فتاویٰ کا ذکر کیا جائے گا جن کا تذکرہ قدرے تفصیل سے ملتا ہے۔

کتب فتاویٰ:

فقہی کتب میں فتاویٰ کو ہر دور میں بڑی اہمیت حاصل رہی۔ اسی طرح عہد سلاطین میں بھی علماء وصوفیہ کی مرتب کردہ کتب فتاوی کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے لیکن منظر عام پر بہت کم ہیں۔ بہر حال دستیاب مطبوعات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فتاویٰ تاتار خانیہ

عہد تغلق کے نیک دل اور علم وعمل سے تعلق رکھنے والے سلاطین کے زمانے میں جو علمی اور فقہی کتابیں ضبط تحریر میں لائی گئیں ان میں فتاوٰی تاتارخانیہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے یہ فتاویٰ تیس جلدوں میں مرتب کیا گیا اور اسلامی دور کے ہندوستان کا یہ وہ فقہی ذخیرہ ہے جس کی ضخامت و حجم اور تفصیلات مسائل کی مثال نہیں ملتی۔ پاک وہند میں اسلامی علوم وفنون پر جو اہم کتابیں تالیف کی گئیں ان میں فتاویٰ تاتارخانیہ کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔ یہ فتاویٰ کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ یہ عظیم الشان کتاب کافی عرصہ تک غیر مطبوعہ تھی تاہم مختلف ممالک کے کتب خانوں میں یہ غیر مطبوعہ صورت میں موجود تھی۔ چند سال قبل مختلف مطابع نے اس کو شائع کر دیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

(الف) مرتب: قاضی سجاد حسین، صدر مدرس مدرسہ عالیہ، جامع فتحپوری، دہلی، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، انڈیا، سن اشاعت 1987ء، 4 جلدیں

(ب) مرتب: مفتی شبیر احمد قاسمی، مدرس ومفتی جامعہ قاسمیہ المعروف بہ مدرسہ شاہی، مراد آباد، انڈیا، ناشر مکتبہ زکریا، دیوبند انڈیا، س ن، 20 جلدیں

(ج) محشی ومرتب: عبد اللطیف، مطبع دار لکتب العلمیہ بیروت لبنان، س ن، 4 جلدیں

نام مؤلف:

فتاویٰ تاتارخانیہ کے مؤلف عہد تغلق کے معروف فقیہ صوفی علامہ شیخ عالم بن علاء انصاری اندرپتی دہلوی ہے۔ اس بارے حاجی خلیفہ کشف الظنون میں لکھتے ہیں:

"تاتار خانیہ فی الفتاویٰ لامام الفقیہ عالم بن علاء الحنفی و ھو کتاب عظیم فی مجلدات"[6]

تاتارخانیہ فتاویٰ میں امام فقیہ عالم بن علاء کی تصنیف ہے اور وہ ایک ضخیم کتاب کئی جلدوں میں ہے۔

اس عہد کے تاریخ نگاروں نے مختلف باتوں کو ذکر کیا ہے۔ کسی نے کہا کہ فتاویٰ عالمگیری کی طرح اسے بھی علماء کی ایک جماعت نے جمع کیا ہے۔ لیکن اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس فتاویٰ کو خاص علامہ عالم بن فقیہ نے جمع کیا ہے۔

فتاویٰ کے نام کی وجہ تسمیہ:

شیخ امام عالم کبیر فرید الدین عالم بن علاء حنفی اندرپتی فقہ، اصول اور عربی ادبیات کے ماہر وباکمال علماء میں سے تھے انھوں نے 777ھ میں زاد المسافر کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جو امیر تاتار خاں کے نام پر فتاویٰ تاتار رخانیہ کے نام سے موسوم کی۔ (بادشاہ ہند) فیروز شاہ تغلق چاہتا تھا کہ اس کتاب کا انتساب اس کے نام سے کیا جائے لیکن مصنف کتاب مولانا عالم بن علا اور تاتار خاں کے درمیان چونکہ گہرے دوستانہ مراسم تھے لہٰذا مصنف نے بادشاہ کی یہ درخواست منظور نہ کی۔ فتاویٰ کے نام کے بارے بھی تاریخ نگار متفق نظر نہیں آتے۔ اس کا نام تاتارخانیہ کیوں مشہور ہوا اس بارے بھی مختلف اقوال ملتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ امیر تاتار خان نے اس فتاویٰ کو جمع کرنے کا کہا تھا اور کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ امام عالم بن علاء حنفی نے امیر تاتار خان کے علمی ذوق اور اہل علم سے جو خصوصی لگاؤ تھا اس وجہ سے منسوب کیا۔ یہ بھی آتا ہے کہ اس کا اصل نام زاد المسافر ہے لیکن مشہور امیر تاتار خان سے ہو گیا۔ اس بارے حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:

"وذکر انہ اشار الی جمعہ الخان الا عظم ، تا تا رخان ولم یسمہ ولذ لک اشتھربہ ،وقیل انہ سماہ زاد المسافر"[7]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

یعنی کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب خان اعظم تاتار خاں کے ایماواشارہ سے معرض ترتیب میں لائی گئی۔کتاب چونکہ کسی نام سے موسوم نہیں گئی، لٰہذا تاتارخانیہ کے نام سے مشہور ہوگئی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مصنف کتاب نے اس کو زادالمسافر کے نام سے موسوم کیا تھا۔

حاجی خلیفہ نے زادالمسافر کے ذیل میں بھی اس کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

"زاد المسافر فی الفروع ۔ وھو المعروف بالفتاویٰ التا تا ر خانیۃ لعالم بن علا ء الحنفی المتوفی ست وثمانیۃ ومائتین انتخبھا ابراھیم بن محمد الحلبی ادلہ الحمد للہ رب العالمین "[8]

یعنی زادالمسافر فقہ کے موضوع پر مشتمل ہے اور فتاویٰ تاتارخانیہ کے نام سے معروف ہے عالم بن علا حنفی کی تالیف ہے جو 286ھ میں فوت ہوئے ابراہیم بن محمد حلبی نے اسکی تلخیص کی جس کا آغاز الحمدللہ رب العالمین کے الفاظ سے ہوتا ہے۔[9]

معلوم ہوتا ہے کتاب کا اصل نام فتاویٰ تاتارخانیہ نہیں تھا بلکہ مصنف نے اس کا نام زاد المسافر رکھا تھا پھر مصنف اور تاتارخاں کے درمیان علمی سطح کے تعلقات پیدا ہوگئے جو آہستہ آہستہ دوستانہ مراسم میں بدل گئے ان مراسم کی بناپر مصنف نے مقدمہ کتاب میں تاتارخاں کا ذکر کیا اور کتاب بھی اس کے نام سے منسوب کردی۔

اسلوب:

فتاویٰ تاتارخانیہ کی زبان بہت سلیس وشستہ اور انداز بیان بڑا واضح ہے۔متعدد مقامات پر مصنف نے فارسی الفاظ اور جملوں کا استعمال کیا ہے۔البتہ کتاب میں غیر ضروری تفصیل زیادہ ہے تاہم وہ بھی فائدہ سے خالی نہیں، مختلف احکام کے استدلال میں روایتیں بھی پیش کی گئی ہیں۔اور ان کی فقہی و عقلی توجیہ وتعلیل بھی کی گئی ہے مگر یہ روایات زیادہ تر امام غزالی کی احیاء العلوم سے لی گئی ہیں۔براہ راست کتب احادیث کا حوالہ نہیں ملتا۔اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر ہندوستان میں علم حدیث پر توجہ کم ہوگئی تھی۔کتاب کے مطالعہ سے اس عہد کے معاشرتی ومعاشی معاملات کی بھی اندازہ ہوتا ہے۔اسی طرح اس دور میں رائج ماپ تول کے پیمانے، لباس وغذا اور تہذیب وتمدن کے متعلق بعض دوسری چیزوں کا علم ہوتا ہے۔

حاجی خلیفہ ایک مقام پر کتاب کی ترتیب کے بارے لکھتے ہیں:

"وقدم با با فی ذکر العلم ،ثم رتب علی ابواب الھدایۃ "[10]

یعنی شروع میں ایک باب علم کے بیان کے بارے میں تحریر کیا ہے اور کتاب ابواب ہدایہ کی ترتیب کے مطابق مرتب کی ہے۔

دسویں صدی ہجری کے ایک ممتاز صاحب علم وفضل امام ابراہیم حلبی کا کہنا ہے کہ اس میں بہت زیادہ ایسے مسائل مذکور ہیں جو عام کتب فقہ میں نہیں ملتے۔اس قول کو حاجی خلیفہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ثم الامام ابراہیم بن محمد الحلبی المتوفیٰ سنۃ ست وخمسین و تسع مائۃ لخصہ فی مجلد و انتخب منہ ما ھو غریب او کثیر الوقوع و لیس فی الکتب المتداولہ"[11]

تمام جلدوں کی فہرست پر طائرانہ نظر:

فتاویٰ تاتارخانیہ کا جو ایڈیشن مکتبہ زکریا انڈیا سے شائع ہوا ہے اس میں ہر جلد کے آغاز میں تمام جلدوں کی موضوعاتی فہرست دے دی ہے۔یہ ایک بہت اچھا انداز ہے کہ قاری کسی بھی جلد سے اس فہرست کے ذریعے موضوع دیکھ کر اپنی مطلوبہ جلد تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔یہاں بھی اسی فہرست کو تحریر کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المجلدات العشرون کلھا فی نظر واحد

المجلد الاول---المقدمہ،الطھارۃ
المجلد الثانی ---الصلاۃ
المجلد الثالث------------------------الجنائز ،السجدات،الزکاۃ،العشر ،الخراج،الصوم،الحج
المجلد الرابع---النکاح،الطلاق
المجلد الخامس---بقیہ من الطلاق،النفقات،العتاق
المجلد السادس---الایمان،الحدود،السرقہ
المجلد السابع----السیر،الخراج والجزیہ،احکام المرتدین،اللقیط،اللقطہ،الاباق،المفقود،الشرکہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

المجلد الثامن---الوقف،البیوع
المجلد التاسع--بقیۃ من البیوع
المجلد العاشر--الصرف،الکفالہ و الضمان،الحوالہ،الحیل
المجلد الحادی عشر---ادب القاضی الشھادہ
المجلد الثانی عشر------------------------------بقیۃ من الشھادہ،الرجوع عن الشھادہ،الوکالہ
المجلد الثالث عشر--الدعویٰ
المجلد الرابع--الاقرار،الصلح،الھبہ
المجلدالخامس عشر--الاجارہ،المضاربہ
المجلد السادس عشر---------الودیعہ،العاریہ،المکاتب،الولاء،الاکراہ،الحجر،الماذون،الغصب
المجلد السابع عشر-------------------الشفعہ،القسمہ،المزارعہ والمعامہ،الذبائح،الاضحیہ
المجلد الثامن عشر-----العقیدہ والاستحسان و الکراہیہ،التحری،الشرب،الاشربہ،الصید،الرھن
المجلد التاسع عشر--الجنایات،الوصایا
المجلد العشرون-----------------------------------بقیۃ من الوصایا،الخنثیٰ ،الفرائض

مآخذ اور علامات: کتاب کے مقدمہ میں فتاویٰ کے مآخذ سے متعلق تقریبا 37 کتابوں کے نام درج کیے گئے ہیں۔حاجی خلیفہ نے بھی فتاویٰ کے مآخذ کا ذکر کیا ہے اور جس کتاب کے حوالے کے لیے مصنف نے جو علامت مقرر کی ہے اس کی بھی وضاحت کے لیے لکھا ہے:

"جمع فیہ مسائل المحیط البرھانی والذخیرۃ، والخانیۃ ، والظھیریۃ وجعل المیم علامۃ للمحیط ، وذکر اسم الباقی " [12]

یعنی مصنف فتاویٰ نے اس میں المحیط البرہانی ذخیرہ خانیہ اور ظہیریہ کے مسائل جمع کیے ہیں المحیط کے لیے میم کی علامت مقرر کی ہے اور باقی کتابوں کے نام لکھے ہیں۔فتاویٰ تاتارخانیہ میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ان میں سے چند کتب کے نام یہ ہیں:

المحیط،ذخیرۃ الفتاویٰ،فتاویٰ ظہیرہ،فتاویٰ قاضی خان،جامع الفتاوی،الفتاویٰ العتابیہ،فتاویٰ سراجیہ،فتاویٰ غیاثیہ،التہذیب،التجرید نوازل فی الفرع،الہدایہ،النہایہ،وقایہ،الحاوی القدسی، جامع الجوامع،خزانۃ الفقہ،الفتاویٰ الکبریٰ،فتاویٰ نسفی المضمرات۔

مآخذ کی فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی کے فقیہ ابو اللیث سمرقندی کی دو کتابوں کے علاوہ تمام کتب تقریبا چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کی تصنیفات ہیں۔اوائل دور کی تصنیفات کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ شائد یہ ہو کہ آٹھویں صدی تک کی کتب میں ان کی مباحث منتقل ہو چکی ہوں یہ کوئی معقول وجہ نہیں بنتی۔بہر حال یہ کمی آگے چل کر فتاویٰ عالمگیر میں پوری ہوگئی اس لحاظ سے فتاویٰ عالمگیر کو فتاویٰ تاتارخانیہ پر فوقیت حاصل ہے۔اس کے باوجود فتاویٰ تاتارخانیہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ چھٹی صدی ہجری سے لے کر آٹھویں صدی ہجری تک تین صدیوں میں فقہ حنفی کا جو کچھ سرمایہ اکٹھا ہوا تھا، تاتارخانیہ میں اس کا عطر کھینچ کر آگیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج چودھویں صدی تک فقہاء کرام اور ان کی تصانیف اس سے بے نیاز نہیں ہو سکے اس لحاظ سے یہ کتاب بڑی قابل قدر ہے۔

فتاویٰ فیروز شاہی:

عہد تغلق کے تیسرے سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور کا ایک اور علمی شاہکار فتاویٰ فیروز شاہی بھی ہے۔یہ کتاب فیروز شاہ تغلق کی سرپرستی میں تیار ہوئی۔مصنف کے بقول سلطان فیروز شاہ تغلق نے امراء، مؤرخین اور فضلاء سے فرمائش کی تھی کہ اس موضوع پر مفصل اور جامع کتاب لکھی جائے۔چنانچہ مصنف نے فقہ اسلامی پر ایک ضخیم کتاب تیار کی تھی۔اس کتاب کا نام سلطان ہی کے نام سے منسوب کر کے فتاویٰ فیروز شاہی رکھا گیا۔لیکن افسوس کہ یہ فتاویٰ بھی مخطوطہ کی شکل میں ملتا ہے ابھی تک اس کی اشاعت نہیں ہو سکی۔فتاویٰ فیروز شاہی کے مخطوطات مولانا آزاد لائبریری (یونیورسٹی گلکشن، فارسیہ، مذہب نمبر 320) انڈیا آفس لائبریری، لندن (ایتھ نمبر 2546) اور خدابخش لائبریری، پٹنہ میں محفوظ ہیں۔انڈیا آفس کا نسخہ "فقہ فیروز شاہی" کے نام سے معنون ہے۔[13]

نام مؤلف:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

فتاویٰ فیروز شاہی کے مؤلف کا نام صدر الدین یعقوب مظفر کہرامی ملتا ہے۔(مؤلف کے بارے میں مفصل معلومات فراہم نہ ہو سکیں)۔فہرست نگاروں اور جدید مورخین نے ان کی نسبت "مختلف انداز"(کہرامی، کرمانی، کرامی، کرانی) میں تحریر کیا ہے۔علی گڑھ کے نسخہ میں "کہرامی" لکھا ہوا ہے اس لئے اسی کو اختیار کیا ہے۔کہرامی کہرام کی جانب سے منسوب ہے، یہ پنجاب کا قدیم تاریخی قصبہ ہے جو پٹیالہ سے 12 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔یہ مقام ہندوستان میں محمد غوری کی اولین اہم مفتوحات میں سے ہے۔ جن کی تالیف ہے وہ اس کی تکمیل و تنقیح سے قبل ہی جاں بحق ہو گئے۔یہ نا تمام مسودہ ایک عرصہ تک ان کے ورثہ کے قبضہ میں غیر معروف حالت میں پڑا رہا۔جب فیروز شاہی تغلق کو اس کا علم ہوا تو خود اپنی نگرانی میں اس کو از سر نو مرتب کیا۔اس کا کوئی قطعی ثبوت فراہم نہیں ہو سکا کہ اس کی دوبارہ تالیف و ترتیب کس کے ذریعہ عمل میں آئی۔فتاویٰ کے دیباچہ میں مؤلف نے اس کی تالیف کا پس منظر بیان کیا ہے اور اس کے اصل مؤلف کا نام تحریر کیا ہے لیکن خود اپنا نام ظاہر کرنے سے گریز کیا ہے۔[14]

اسلوب کتاب:

فتاویٰ فیروز شاہی کی طرز تالیف، انداز بیان اور تنوع زبان کئی حیثیتوں سے اس کی انفرادیت نمایاں ہے۔اس کی تفصیل میں جانے سے قبل یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ عہد وسطی کے ہندوستان میں فتاویٰ کے جتنے مجموعے تیار کئے گئے خواہ کسی عالم وفقیہ کے ذریعہ ذاتی طور پر یا کسی سلطان، وزیر و امیر کی ایما پر ان میں سے بیشتر مضامین و مباحث کے انتخاب اور انداز بیان کے اعتبار سے فقہ کی متداول کتابوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں ان میں فقہ کے معروف مسائل پر فقہاء متقدین کی آراء کو مختلف ابواب کے تحت جمع کیا گیا ہے۔عصری مسائل شاذ و نادر ہی زیر بحث لائے گئے ہیں۔تعجب ہے کہ وہ فتاویٰ جو سلطان یا کسی وزیر کے حکم سے مرتب کئے گئے ہیں اس دور کے مخصوص مسائل اور معاصر علماء کے فتووں و قانونی فیصلوں کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے۔مزید براں یہ مجموعے حتی کہ وہ بھی جن کا مقصد انتظامیہ، عدلیہ اور عالم لوگوں کو احکام شرعیہ سے روشناس کرانا تھا زیادہ تر عربی زبان میں ہیں جس سے علماء، قضاۃ اور مفتیان یقیناً بہرور تھے لیکن انتظامیہ کے آفیسران اور متوسط پڑھے لکھے لوگ عربی کی نسبت فارسی سے زیادہ آشنا تھے جو اس وقت کی سرکاری زبان تھی اور علمی حلقوں میں مافی الضمیر کے اظہار کے لئے عام طور پر رائج تھی۔

فتاویٰ فیروز شاہی کا طریقہ تالیف اس عام نہج سے مختلف ہے۔اگر چہ مضامین و مباحث کے اعتبار سے یہ فتاویٰ بھی کتاب، ابواب و فصول پر منقسم ہے لیکن مسائل کی توضیح و تشریح کے لئے استفتاء و فتویٰ کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔پوری کتاب استفتاء و فتویٰ کی صورت میں مرتب ہے۔زبان کے معاملہ میں بھی یہ فتاویٰ منفرد ہے۔استفتاء و فتویٰ فارسی میں درج ہیں لیکن فتویٰ کی تائید میں اقتباسات فقہ کی عربی کتابوں سے دیے گئے ہیں۔مؤلف نے جن قدیم کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان میں قابل ذکر فتاوٰی صغریٰ، خلاصۃ الفتاوٰی، فتاوٰی سراجیہ، ذخیرۃ الفتاوٰی، فراوٰی قاضی خاں، فتاوٰی ظہیریہ اور ہدایہ وغیرہ ہیں۔[15]

تقریباً پانچ سو صفحات کے اس ضخیم مجموعہ میں مستفتی کا نام صرف ایک استفتاء سے قبل مذکور ہے۔اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوالات مؤلف نے خود ترتیب دیئے ہیں ۔اس میں اس دور کے سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل کو بھی شامل کیا گیا ہے۔اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ فتاویٰ فیروز شاہی میں مندرجہ مسائل واقعہ مؤلف کے سامنے ان کی رائے معلوم کرنے کے لئے پیش کئے گئے تھے۔سوالات کی نوعیت اور جزائیات کی کثرت پر نظر ڈالنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ فقہی سوالات خود مؤلف کے تیار کردہ ہیں۔تاہم اس امکان سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ استفتاء دوسرں کے پیش کردہ رہے ہوں گے۔اس اختلافی بحث کے باجود کہ استفتاء مؤلف کے ذہن کی پیداوار تھے یا دوسروں کے پیش کردہ تھے۔

مضامین کا جائزہ:

فتاوٰی فیروز شاہی میں تقریباً تین سو چالیس مذہبی اور فقہی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ہر استفتاء کا جواب شریعت اور اسلامی قانون کے مطابق دیا گیا۔جواب میں فارسی کے ساتھ عربی عبارات کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔کتاب کے موضوعات میں طہارت، وضو غسل، تیمم، نماز، شکار، ذبیحہ جنازہ، حلال و حرام اور پاک و ناپاک کے متعلق سوال وجواب کی شکل میں پیش کیے گئے ہیں۔اس کے مطالعہ سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ فتاویٰ کی تالیف و ترتیب میں مؤلف نے گرد و پیش کے حالات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔فتاوٰی میں ایک دو نہیں سینکڑوں ایسے مسائل درج ہیں جو بالخصوص اس کے زمانہ تالیف سے متعلق نظر آتے ہیں۔یہ فقہی سوالات خواہ عبادات کے ضمن میں مذکور ہیں یا معاملات کے ابواب میں زیر بحث آئے ہیں۔عہد وسطی کے ہندوستان کے سیاسی، سماجی و معاشی مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں اور دوسری جانب فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کو جانچنے و پرکھنے کی ایک سنجیدہ کوشش کو ظاہر کرتے ہیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

۔اس مجموعہ میں بے شمار ان سماجی، سیاسی، اور معاشی مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے جو اس دور میں حل طلب تھے۔ کتاب میں مؤلف نے اشعار میں بھی حالات حاضرہ پر تبصرہ کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور فیروز تغلق کے سیرت کے پہلو کو اس طرح بیان کی ہے:

"مرتب شد از فیض فضل الٰہی　　　سیر اندر اخلاق فیروز شاہی "[16]

یہ کتاب اللہ کے فضل کے فیض سے مکمل ہوئی فیروز شاہ کے اخلاق کی نگرانی میں

عہد سلطنت میں مرتب ہونے والے دیگر مجموعہ ہائے فتاوی کے نام حسب ذیل ہیں:

فتاویٰ قاری الہدایہ

اس فتاویٰ کی زیادہ تفصیل نہیں مل سکی البتہ اس کا ذکر حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف الظنون میں کیا ہے۔ شیخ سراج الدین عمر بن اسحاق الغزنوی الحنفی (م 773ھ / 1371ء) کی فتاویٰ قاری الہدایہ (مخطوطہ، رامپور لائبریری، کتب خانہ ریاست رامپور جلد اول ص 227 نمبر 398، کل اوراق 74) [17]

فتاویٰ ابراہیم شاہی

اس کتاب کا بھی مختلف کتب میں صرف نام ہی ملتا ہے زیادہ تفصیل نہیں ملتی حضرت رحمان علی نے تذکرہ علمائے ہند میں اس کا تذکرہ کیا اس کے علاوہ آپ کے سوانح نگاروں میں ساجد علی مصباحی نے بھی شیخ شہاب الدین کی تصانیف کی فہرست میں اس کا ذکر کیا ہے۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی (م 874ھ / 1469ء) کی فتاویٰ ابراہیم شاہی (ملاحظہ ہو مخطوطہ خدابخش لائبریری، پٹنہ نمبر 1749، دارالعلوم نمبر 304 / 68، رامپور نمبر 52-351، آصفیہ نمبر 117/2) [18]

موخرالذکر کتاب عہد سلطنت کے مسائل کا فقہی انداز میں حل پیش کرتی ہے۔ نیز فقہ حنفی کے معروف مراجع مثلاً الہدایہ، فتاوی ظہیریہ اور فتاوی خانیہ وغیرہ کو بطور سند پیش کرتی ہے۔

خلاصہ بحث: عہد سلطنت کے فقہی لٹریچر پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالنے سے چند اہم نتائج برآمد ہوتے ہیں یہاں ان کی وضاحت افادیت سے خالی نہ ہوگی۔ اول یہ کہ فقہی دنیا میں اس وقت سب سے پسندیدہ طرز تالیف فتاویٰ کے مجموعے مرتب کرنا تھا۔ اس دور کی اہم فقہی تالیفات بالخصوص وہ جن کی ترتیب و تکمیل سلاطین وامراء کی زیر نگرانی عمل میں آئی یا ان کے نام منسوب ہیں۔ زیادہ تر فتاویٰ کے مجموعے ہیں مثلاً فتاویٰ غیاثیہ، فتاویٰ فیروز شاہی، فتاویٰ تاتار خانی، فتاویٰ ابراہیم شاہی وغیرہ، فتاویٰ کی صورت میں فقہی مسائل کی تشریح وتوضیح یا احکام شرعی تبین کا طریقہ عہد وسطی میں ہندوستان سے قبل دیگر مسلم ممالک میں بھی رائج رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کسی بھی تالیف کے نام میں لفظ "فتاویٰ" کی شمولیت سے یہ عمومی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اس میں سوال وجواب یا استفتاء وفتویٰ کے پیرایہ میں فقہی مسائل زیر بحث آئے ہوں گے اور ان میں معاصر علماء کے خیالات کی بھی ترجمانی کی گئی ہوگی لیکن اس دور میں مرتب کئے گئے فتاویٰ کے مجموعوں میں ایک دو کو چھوڑ کر باقی تمام متن کی صورت میں ملتے ہیں اور ان کا انداز بیان بھی فقہ کی متداول کتابوں جیسا ہے ان میں معاصر ماہرین فقہ کے بجائے فقہاء متقدمین کے نتائج فکر کو زیادہ جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عہد سلطنت کے فتاویٰ میں صرف فتاویٰ فیروز شاہی ایسا پایا ہے جو استفتاء وفتویٰ کے پیرایہ میں مرتب کیا گیا ہے اور جس میں عصری مسائل کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ عہد وسطی کے فتاویٰ میں اگر فقہ کے معروف مسائل کی وضاحت کے ساتھ اس وقت سماج ومعاشرت کو درپیش مخصوص مسائل پر علماء کے خیالات کو پیش کیا گیا ہوتا تو نہ صرف فقہی حیثیت سے ان تالیفات کی اہمیت وافادیت میں اضافہ ہوتا بلکہ عہد وسطیٰ کی معاشرتی تاریخ کے لئے بھی ایک گراں قدر سرمایہ ثابت ہوتا۔ برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ علوم دینیہ میں سے علم فقہ یہاں کے اہل علم کا خاص فن رہا۔ بالخصوص عہد تغلق میں اس فن میں بہت ترقی ہوئی۔ اس کی بنیادی وجہ سلاطین تغلق کا ذاتی طور پر علم فقہ سے لگاؤ تھا۔ امور سلطنت میں درپیش جدید مسائل کے حل کے لیے علماء سے راہنمائی لیتے تھے۔ اسی طرح جن مشائخ اور صوفیہ سے سلاطین کا تعلق تھا وہ بھی سلطنت میں ہونے والے غیر شرعی کاموں سے منع کرتے اور دینی حوالے سے تربیت کرتے رہتے۔ اس دور میں مدارس کے علاوہ خانقاہوں پر بھی علوم دینیہ اور خاص طور پر علم فقہ کی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ کیونکہ عہد تغلق کے صوفیہ خود اس فن کے ماہر تھے۔ اسی دور کے معروف صوفی بزرگ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کو ثانی امام ابوحنیفہ کہا جاتا تھا۔ بہر حال اس دور کے فقیہ علماء اور صوفیہ کی مرتب کردہ کتب نے عصری معاشی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی مسائل حل کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان کی فقہی کاوشیں آج بھی مشعل راہ ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.3 2021

تجاویز وسفارشات:

تدوین کردہ کتب فتاویٰ گراں قدر علمی ذخیرہ ہے۔ عصر حاضر میں ان سے استفادہ کے لئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

- جس طرح سلاطین تغلق نے اپنے عصری مسائل کے حل کے لیے اس وقت کے جید اور فقیہ علماء ومشائخ سے فتاویٰ جات مرتب کروائے تاکہ حکمران اور عوام ان کی روشنی میں اپنے معاملات کو دین وشریعت کے مطابق چلا سکیں اسی طرح عصر حاضر میں بھی حکمرانوں کو چاہیے جید علماء و مشائخ سے عصری پیش آمدہ معاشی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی مسائل کے حل کے لئے فتاویٰ جات مرتب کرواکے ان کی سرکاری سطح پر اشاعت کا انتظام کیا جائے۔
- عہد تغلق کے غیر مطبوعہ فتاویٰ جات کو شائع کیا جائے تاکہ دور حاضر کے مفتیان کرام ان سے استفادہ کر سکیں۔
- عہد تغلق کے فتاویٰ جات کی روشنی میں دور حاضر کے مسائل کے حل کے تحقیقی مقالات لکھوائے جائیں۔
- جعلی، جاہل اور بے عمل صوفیوں، عاملوں اور سجادہ نشینوں کے خلاف محکمہ او قاف کریک ڈاؤن کر کے ان پر پابندی لگوائے تاکہ دین اور تصوف کا حقیقی تصور اجاگر ہو۔

حوالہ جات

[1]:الاحزاب:40

[2]:ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی (بیروت: دارالکتب العلمیہ) رقم:2219

[3]:برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی (کلکتہ: سر سید ایڈیشن، 1860ء) ص440

[4]:ریاست علی ندوی، عہد اسلامی کا ہندوستان (پٹنہ: ادارۃ المصنفین، 1950ء) ص55

[5]:عبدالحی، الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند (دمشق: مکتبہ نور، 1958ء) ص11

[6]:حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلپی، کشف الظنون (بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1971ء) ج1، ص211

[7]:ایضا، ج1، ص311

[8]: ایضاج 2، ص3

[9]: حاجی خلیفہ سے عالم بن علاء کا سن وفات 286 غلط درج ہو گیا ہے صحیح بات یہ ہے کہ ان کا سن وفات 786 ہے مخطوطہ چونکہ نقل در نقل ہوتا رہا، اس لیے ممکن ہے صاحب کشف الظنون کی نظر میں جو نسخہ آیا اس میں یہی سن وفات مرقوم ہو یا مصنف موصوف کو لفظی تساہل ہو گیا ہو۔

[10]:حاجی خلیفہ، کشف الظنون،، ج1، ص211

[11]: ایضا

[12]:ایضا

[13]: کہرامی، یعقوب، صدر الدین، فتاوی فیروز شاہی (انڈیا: مخطوطہ، خدا بخش اورینٹیئل لائبریری، 1116ھ) ص1

[14]: ایضا ، دیباچہ

[15]: ایضا، ص 224 تا 229

[16]:ایضا، ص 341

[17]:حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج2، ص122

[18]:رحمان علی، تذکرہ علماء ہند (لکھنو: مطبع نولکشور، 1914ء) ص88